© rasailojaraid.com

تعارف وتبصرہ

مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء — ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

ناشر: نشریات، ۴۰-اردو بازار لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۵۹۸، قیمت درج نہیں

زیرنظر کتاب میں مکی عہد نبوی کا ایک خاص جہت سے مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اصلاً یہ خطبات حیدرآباد ۲۰۰۳ء (جو 'مکی اسوۂ نبوی - مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل' کے نام سے اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہو چکے ہیں) کا آخری باب تھا۔ مطالعہ نے وسعت اختیار کی تو اسے اس میں شامل نہ کرکے مستقل کتاب کی حیثیت دے دی گئی۔ مصنف کے بقول ''مسلم مفکرین نے مکی عہد نبوی میں دین وشریعت کے صرف بنیادی عقائد اور اخلاقی تعلیمات اور چند ضروری احکام کے ارتقاء کا نظریہ پیش کیا اور اصل احکامِ اسلامی اور دین وشریعت محمدی کی تعمیر وتشکیل کا زمانی ومکانی نظریہ پیش کیا کہ وہ سب مدنی دور کی دین ہیں'' (ص II-III) اس کے برخلاف مصنف کا نظریہ یہ ہے کہ 'تمام بنیادی احکام مکہ میں آچکے تھے اور مدینہ منورہ میں ان پر جزوی اضافات اور تکمیلی تعمیرات ہوتی رہیں' (ص III) بالفاظ دیگر ''دین وشریعت اسلامی پوری کی پوری مکی دور ہی میں رسول اکرم ﷺ کو عطا کردی گئی تھی۔ مکی اسلام اصل ہے اور اسی پر مدنی اسلام کا انحصار ہے۔ دونوں میں کوئی جوہری فرق نہیں' (ص IX)۔

کتاب کی ابتداء میں فاضل مصنف نے 'مکی اسلام کی تفہیم - مسائل و جہات' کے عنوان سے اپنے نقطۂ نظر پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ بحث ۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ آگے انھوں نے طہارت، نماز، زکوٰۃ وصدقات، روزہ، حج وعمرہ، نکاح وطلاق، ولادت و رضاعت، وفات و جنازہ، ماکولات ومشروبات، معاملاتِ تجارت ومعیشت، حدود وتعزیرات، آدابِ معاشرت، احکامِ وجوب وسنت اور احکامِ تحریم وکراہت کے ابواب کے تحت پوری کتاب میں شواہد جمع کیے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں مسلمانوں کو بنیادی احکام مکی عہد ہی میں دے دیے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں ان پر صرف جزوی اضافات اور تکمیلی تعمیرات ہوتی رہیں۔ مصنف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو احساس ہے کہ 'شواہد کا انبار' لگانے میں بسا اوقات 'طولِ کلام' اور 'تکرار کا عیب' پیدا ہو گیا ہے، لیکن ایسا مجبوراً کیا گیا ہے (ص X) ان کا انداز بحث یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے انھوں نے سابقہ ملتوں اور خاص کر دین ابراہیمی کا حکم و عمل بیان کیا ہے، پھر مکی عہد میں اس کا تسلسل اور ارتقاء دکھایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے آیات قرآنی، احادیث نبوی اور تعاملِ صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ بعض احکام صرف مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں مذکور ہیں۔ ان کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ بھی اصلاً مکی احکام ہیں، عہد مکی میں ان پر عمل ہوتا رہا ہے، بعد میں ان کا تذکرہ یا اعلان و نفاذ مدنی آیات میں کیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی احکام کا نزول پورے عہدِ نبوی میں حسبِ ضرورت ہوتا رہا ہے اور وہ ارتقا کے مراحل سے گزرتے رہے ہیں۔ بہت سے احکام مکی دور میں دیے گئے تو دیگر بہت سے احکام مدینہ میں بیان کیے گئے۔ مثال کے طور پر قصاص، دیت، حدود، تعزیرات اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے احکام تمام تر مدنی دور کے ہیں۔ ان کی اصل مکی دور میں تلاش کرنا خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ ایسے تکلّفات کی مثالیں زیر نظر کتاب میں کثرت سے ہیں، مثلاً فاضل مصنف کا دعویٰ ہے کہ مکی عہد میں نماز کے علاوہ روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہو چکے تھے۔ اس پر انھوں نے مفصّل بحث کی ہے اور بہت سے دلائل دیے ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ''اگر عام خیالِ علماء تسلیم کر لیا جائے اور ان پانچوں ارکان کی مکی دور میں تکمیل و تنزیل کا قاعدہ اور حقیقت نہ تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مکی دور میں اسلام ناقص تھا، کیوں کہ وہاں اس خیال خام کے مطابق صرف ایمان و نماز ہی قائم ہوئے تھے۔ روزہ مدنی دور کے ۲ھ میں اور زکوٰۃ ۳ھ میں واجب ہوئے، گویا کہ ان دونوں زمانوں تک بھی مدنی اسلام ناقص ہی رہا۔ اور اگر حج کی فرضیت کے بارے میں مقبول و مشہور خیال تسلیم کر لیا جائے تو ثابت ہوگا کہ اسلام ۹ھ/ ۱۰ھ تک ناقص رہا۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث **بنی الاسلام علی خمس ...** الخ کس زمانے کی ہے؟'' (ص IX-VIII) آگے انھوں نے یہ بحث 'حدیث ارکانِ اسلام سے استشہاد' کے زیر عنوان بھی اٹھائی ہے (ص۲۶۴-۲۶۶)۔ اولاً مکی دور میں تمام ارکانِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کی فرضیت کی دلیل کے طور پر اسلام کے کمال ونقص کی بحث اٹھانا صحیح نہیں۔ جس زمانے تک اللہ کے جتنے احکام نازل ہوئے، وہی مکمل اسلام تھا۔ بعد میں کچھ اور احکام کا اضافہ ہوا تو وہ بھی دائرۂ اسلام میں شامل ہو گئے۔ ثانیاً حدیثِ مذکور میں ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن صوم رمضان ہے، نہ کہ مطلق صوم۔ اور مصنف بھی قائل ہیں کہ صوم رمضان کی فرضیت مدنی دور میں ہوئی ہے۔ ثالثاً یہ مان لینے میں کیا حرج ہے کہ حدیث مذکور مدنی دور کی ہے، جب پانچوں ارکان اسلام فرض ہو چکے تھے۔

اسی طرح حرمتِ شراب سے متعلق فاضل مصنف کی بحث (ص ۳۶۴-۳۷۰) بھی تبصرہ نگار کے نزدیک محض خیال آفرینی ہے۔ شراب کی تحریم کا اعلان مدینہ منورہ میں ہوا۔ مکی عہد میں بہت سے صحابہ اس کا استعمال کرتے تھے۔ اسی بنا پر اہل علم اور شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں شراب حلال تھی۔ مگر فاضل مصنف کہتے ہیں کہ ''اصلِ تحریمِ خمر ازلی اور مکی ہے اور اس کا علان ونفاذ متاخر اور مدنی ہے''۔ تبصرہ نگار عرض کرتا ہے کہ حرام وحلال اسلام کی خالص قانونی اصطلاحات ہیں۔ کسی حرام کا ارتکاب موجبِ گناہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ شراب میں اثم (ضرر) کا پہلو نمایاں ہے، عہدِ جاہلی میں بعض صالح فطرت لوگ اس سے اجتناب کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ اور بعض اکابر صحابہ نے عہد مکی میں کبھی اسے ہاتھ نہ لگایا، سفر معراج میں آپؐ نے جام شراب کے بجائے دودھ کے پیالہ کو ترجیح دی، لیکن عہد مکی میں بہر حال شراب حرام نہ تھی۔ اسی بنا پر بہت سے صحابہ اس کا استعمال کرتے تھے۔ عہد مدنی میں اسے حرام قرار دیے جانے کے بعد صحابہ کرام نے اس سے کلّی اجتناب کیا اور اگر کسی نے ہاتھ لگایا تو اسے سزا دی گئی۔

کتاب کے مرکزی موضوع سے ہٹ کر بھی مصنف کے متعدد نتائجِ بحث سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا، مثلاً احادیث میں ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب حضرت جبرئیل علیہ السلام آں حضرت ﷺ کی خدمت میں تشریف لاتے تھے اور اس وقت تک نازل شدہ قرآن کا مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے 'معارضۃ' اور 'مدارسۃ' کے الفاظ آئے ہیں (بخاری: ۶، ۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷)۔ مذاکرہ کی نوعیت کے بارے میں

© rasailojaraid.com